خاندانی نظام کی تعمیر و ترقی میں میاں بیوی کا کردار
قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

ڈاکٹر مفتی خلیل الرحمن*

خلاصہ:

میاں بیوی خاندانی نظام کی بنیادی اکائی ہوا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا ناگزیر رشتہ ہے جس سے پورے خاندان اور سوسائٹی کی بھلائی وابستہ ہے دونوں کے کندھوں پر خاندان، وطن اور انسانیت کی ذمہ داری ہوتی ہے، ان کے کردار سے آنے والی نسلیں بھی متاثر ہو سکتی ہیں اس لیے اگر ان کا کردار مثبت اور ذمہ داری نبھانے کے اصول اسلوبِ قرآن کے مطابق ہوں تو ان کی اولاد اور سوسائٹی پر اس کے مثبت اثرات اور نتائج مرتب ہوں گے لیکن اگر ان کا کردار منفی اور ذمہ داری نبھانے کے اصول قرآنی تعلیمات سے ہٹ کر ہوں تو اس کے نتائج اور اثرات بھی پریشان کن ہوں گے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ان اقدامات کی نشاندہی کی جائے کہ جن سے میاں بیوی کے درمیان پیش آنے والے ناموافق حالات کا سدباب کیا جاسکے۔

لٰہذا اس مختصر سے مقالے میں اسلوبِ قرآن کے مطابق اس بات کی نشاندہی کی جارہی ہے کہ میاں بیوی کو اپنی ذات اور دوسروں کے اعتبار سے کن اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کا حامل ہونا چاہیے؛ تاکہ اس رشتہ سے ایک اچھی اسلامی اور فلاحی سوسائٹی کی تشکیل و تعمیر ہو سکے۔

کلیدی الفاظ: خاندان، تعمیر و ترقی، میاں بیوی، معاشرہ، قرآنی تعلیمات

میاں بیوی خاندانی نظام کی ایک اکائی ہوا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا ذمے داری والا رشتہ ہے جس سے پورے خاندان اور سوسائٹی کی بھلائی وابستہ ہے دونوں کے کندھوں پر خاندان، وطن اور انسانیت کی ذمہ داری ہوتی ہے، ان کے کردار سے آنے والی نسلیں بھی متاثر ہو سکتی ہیں اس لیے اگر ان کا کردار مثبت اور ذمہ داری

* اسسٹنٹ ریسرچر، دارالافتاء، جامعہ اشرف المدارس کراچی

نبھانے کے اصول اسلوبِ قرآن کے مطابق ہوں توان کی اولاد اور سوسائٹی پر اس کے مثبت اثرات اور نتائج مرتب ہوں گے لیکن اگران کا کردار منفی اور ذمہ داری نبھانے کے اصول قرآنی تعلیمات سے ہٹ کر ہوں تو اس کے نتائج اور اثرات بھی پریشان کن ہوں گے۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ان اقدامات کی نشاندہی کی جائے جن سے میاں بیوی کے درمیان پیش آنے والے ناموافق حالات کا سد باب کیا جاسکے مثلاً اگران میں کوئی کشیدگی یا تلخ کلامی کی نوبت آئے تو قرآنی اصولوں کی روشنی میں اس کا حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس کشیدگی اور تلخ کلامی سے بچاؤ کے لیے چند اقدامات اور کچھ اصول تجویز کرتا ہے تاکہ میاں بیوی کے درمیان اطمینان وسکون اور پیار ومحبت کی فضا قائم رہے اور اس رشتہ کے اثرات ان کی اولاد اور معاشرہ پر مثبت انداز میں مرتب ہوں۔ قرآن کریم چاہتا ہے اگر میاں بیوی کے درمیان نفرت سر اٹھائے تو دونوں کی شرعی ذمہ داری یہ ہے کہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق ان مسائل کا حل تلاش کریں۔

لہذا اس مختصر مقالے میں اسلوبِ قرآن کے مطابق اس بات کی نشاندہی کی جارہی ہے کہ میاں بیوی کو اپنی ذات اور دوسروں کے اعتبار سے کن اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کا حامل ہونا چاہیے، نیز ایک معیاری خاندانی نظام میں ان کا کیا کردار ہو۔ تاکہ اس رشتہ سے ایک اچھی اسلامی اور فلاحی سوسائٹی وجود میں آئے اور اس کے مثبت اثرات پوری انسانیت پر مرتب ہوں۔

خاندان کا تعارف

"خاندان" اردو زبان کا لفظ ہے، عربی زبان میں اس کے لیے "اسرۃ" یا "عائلۃ" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ۔اس سے مراد انسانی زندگی کا وہ جوڑا ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرہ وجود پذیر ہو کر آگے اس سے پوری پوری نسلیں پروان چڑھتی ہیں اور اس سے انسانی زندگی کا وہ گروہ مراد ہے جس کی وجہ سے اسے پشت پناہی، طاقت اور قوت مل جاتی ہے، چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب تاج العروس میں ہیں:

الأسرة (من الرجل : الرهط الأدنون) وعشيرته ؛ لأنه يتقوى بهم [1]

[1]: الزبيدى ، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني ،أبو الفيض ، الملقّب بمرتضى ، الزَّبيدي، تاج العروس من جواهر القاموس،جلد١٠،ص٥١، الناشر دار الهداية

اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان میں الاسرۃ سے خاندان کے وہ دیگر افراد بھی مراد ہیں جن سے انسان کو کسی طرح تقویت اور سپورٹ ملتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دو اہم اور بنیادی عناصر میاں بیوی ہیں، کیونکہ اس نظام کو پروان چڑھانے اور بہتر بنانے میں ان کا نہایت اساسی کردار ہوتا ہے۔ اور اسی طرح عائلہ اور خاندان کو انگریزی زبان میں (Family) کہا جاتا ہے، چنانچہ انگریزی زبان کی مشہور ڈکشنری میں اس کے معنی یہ تحریر کئے گئے ہیں:

A group consisting of two parents and their children living together as a unit.[1]

اس سے والدین اور بچوں پر مشتمل وہ گروہ مراد ہے جو اجتماعیت کی شکل میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاندان ،عائلہ یا(Family)ان الفاظ میں ایک بات قدرِ مشترک ہے،جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ میاں بیوی اپنی اولاد سمیت ایک کمیونٹی کی شکل میں رہتے ہیں۔

خاندانی نظام اور پس منظر

معاشرتی زندگی کا سب سے اہم عنصر خاندان ہے، جس کے بگاڑ سے معاشرے میں بگاڑ اور فساد کا پیدا ہونا یقینی ہے،البتہ اگر یہ نظام سنوارا جائے تو معاشرے میں خود بخود سدھار آجائے گا،اور یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ خاندان کو معاشرے میں وہ حیثیت اور مقام حاصل ہے جو انسانی جسم کے اعضاء وجوارح میں دل کو ہے، کیونکہ خاندان کی اصلاح سے پوری سوسائٹی کی اصلاح ہو جاتی ہے،البتہ اس خاندانی نظام کو پروان چڑھانے والا شرعی طریقہ بھی انتہائی مبارک ہے، جس سے مراد شادی بیاہ کا وہ عقد (Agreement) ہے جو فریقین اپنی رضامندی سے تمام شرعی اصولوں کے مطابق سرانجام دیتے ہیں اور اس نظام کے تحت دو اجنبی افراد شریکِ حیات بن کر ایک دوسرے کے لیے آرام وراحت اور عفت کا سبب بنتے ہیں،اور آپس کی غمی وخوشی میں شریک ہوتے ہیں۔ جسے شرعی اصطلاح میں نکاح کہا جاتا ہے۔ اس دنیا میں سب سے پہلے آنے والے انسان نے خاندانی نظام کو ایک جوڑے کی شکل میں وجود بخشا، جس سے واضح ہوا کہ اس دنیا کی رونق اس کے بغیر ناممکن ہے اور قرآنی تعلیمات سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ خاندانی نظام کی ابتداء حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام سے ہوئی، اگرچہ ان کے نکاح کے بارے میں صراحتاً قرآن

[1]: https://en.oxforddictionaries.com/definition/family 3-08-2018

وحدیث میں تفصیل موجود نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید میں حضرت حواء علیہا السلام کو واضح الفاظ میں حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ [1]

ترجمہ: اور ہم نے کہا: "اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ مگر اس درخت کے پاس مت جانا ورنہ تم ظالموں میں شمار ہوگے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں سب سے پہلے قدم رکھنے والی ہستی ہی سے اس نظام کو زندہ کیا جسے اب اسلام میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم یہ ایک ایسا بندھن ہے جس سے طرفین پر حقوق وفرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

خاندانی نظام کی اہمیت وضرورت قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

اسلام میں خاندنی نظام صرف انسانی فطرت کا تقاضہ نہیں بلکہ یہ نظام پورے معاشرے کی تعمیر وترقی، خوشحالی واستحکام میں ایک رول ماڈل بن گیا ہے۔ مغربی دنیا اپنے خود ساختہ نظام سے تنگ آکر اس سے خلاصی کی راہ تلاش کررہی ہے اور اسلامی نظام لاگو کرنے کی خواہاں ہے لیکن شرم کے مارے فی الحال اس کا برملہ اظہار کرنا باعثِ عار سمجھتی ہے تاہم عملی طور پر اس پر کوشاں نظر آتی ہے۔ عنقریب وہ ایک دن کھلم کھلا اپنے نظام سے براءت کا اعلان کرے گی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اسلام میں خاندانی نظام کو سوسائٹی کی تشکیل میں سب سے پہلی سیڑھی کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ معاشرے میں مختلف قومیں مختلف خاندانوں سے معرض وجود میں آتی ہیں۔ اب اگر کوئی خاندان پُر سکون اور خوشگوار ماحول کا متحمل ہے تو اس سے تشکیل پانے والی قوموں میں بھی سکون وبشاشت اور تروتازگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خاندانی نظام کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی اس نظام کو عملی جامہ پہنایا اور اس کا ثبوت قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے کچھ یوں پیش فرمایا ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ [1]

---

[1]: البقرة: ۲-۳۵

نوٹ: قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے ترجمہ کے لیے، مفتی تقی عثمانی کا ترجمہ "آسان ترجمہ قرآن" منتخب کیا گیا ہے۔

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے بھی عطاء فرمائے ہیں اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کوئی ایک آیت بھی اللہ کے حکم کے بغیر لا سکے۔ ہر زمانے کے لیے الگ کتاب دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسرے پہلو سے بھی خاندانی زندگی اختیار کرنے اور نکاح کی ترغیب و تشویق انتہائی مؤثر انداز سے دی گئی ہے اور نکاح کو دیگر انبیاء کی سنت اور نصف دین قرار دیا گیا ہے۔

حدیث مبارکہ میں نکاح کو تمام انبیاء ورسل کی مشترکہ سنت بتایا گیا ہے۔ سوائے حضرت عیسی علیہ السلام کے تقریباً سبھی انبیاء ورسل نے نکاح کیا ہے، چنانچہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي أَيّوبَ قالَ: قالَ رسولُ الله ﷺ " أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرسَلِينَ :الحَيَاءُ والتّعَطُر وَالسّواكُ وَالنّكَاحُ" [2]

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں، حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح"۔

کیونکہ نکاح نسلِ انسانی کی بقا کا ذریعہ اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا ایک انتہائی مستحسن اور جائز راستہ ہے بالخصوص اسلام میں نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بلاوجہ نکاح نہ کرنے کو نہ صرف یہ کہ ناپسند کیا گیا ہے بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح ارشاد فرمایا ہے کہ جو نکاح نہیں کرتا وہ میرے طریقے پر نہیں، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

عن عائشة قالت: قالَ رسولُ الله ﷺ "النِكَاحُ مِنْ سُنَّتِي ، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ، وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ" [3]

---

[1]: الرعد : ١٣-٣٨

[2]: ابو عیسی ، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ٢٧٩هـ) سنن الترمذي، حديث نمبر: ١٠٨٠جلد ٢، ص ١٦٩الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، ١٣٩٥ هـ - ١٩٧٥ م

[3]: القزوینی، محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني، سنن ابن ماجه،حدیث نمبر: ١٨٤٦- جلد ١،ص٥٩٢، الناشر: دار الفكر – بيروت

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت کو چھوڑدے وہ میرے طریقے پر نہیں اور تم شادی کرو بے شک دیگر امتوں پر تمہاری کثرت میرے لیے باعث فخر ہو گی۔

علاوہ ازیں دور نبوی میں جب بعض افراد نے ایک خاص پس منظر میں باہم عہد و پیمان کیے جن میں سے ایک عہد یہ بھی تھا کہ ان میں سے ایک صاحب نے اپنے متعلق کہا کہ وہ نکاح نہیں کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے انہیں منع کیا اور انہیں ایک نارمل زندگی گزارنے کی تنبیہ کی تاکہ امت کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ دین اسلام اس بات کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ اس کے متبعین معاشرے اور سوسائٹی سے کٹ کر رہبانیت کی راہ پر چل پڑیں بلکہ اسلام میں خاندانی نظام کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور رہبانیت کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا[1]

ترجمہ: اور جہاں تک رہبانیت کا تعلق ہے وہ انہوں نے خود ایجاد کرلی تھی، ہم نے اس کو ان کے ذمے واجب نہیں کیا تھا۔

قرآنی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں خاندانی نظام انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس روئے زمین پر محبوب ترین ہستیاں انبیائے کرام علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اور یہ انہیں کا طریق رہا ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ ایک اکیلے زندگی گزارنے سے بچانے کا ایک اہم ذریعہ ہے کیونکہ اسلام میں خاندانی نظام کی ترغیب دی گئی اور رہبانیت کی مذمت کی گئی ہے۔

خاندانی نظام کی تعمیر وترقی میں منتظم کا کردار

خاندان کے بنیادی طور پر دو اہم ستون میاں بیوی ہیں، اور اللہ رب العزت نے ہر ایک کو مختلف کمالات اور صلاحیتوں سے نوازا ہے جو صلاحیتیں مرد میں ہیں وہ عورت میں نہیں اور جو عورت میں ہیں وہ مرد میں نہیں اور یہ نظامِ قدرت کے کرشمے ہیں۔ ایک ہی نوع کے افراد کے مزاج اور فطرت میں تفریق کی ہے اور اس میں یقیناً اس کی حکمت اور دانائی ہے۔ اسی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک منتظم بھی مقرر کیا ہے اور فرمایا کہ وہ منتظم مرد ہی ہو سکتا ہے کیونکہ مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم

[1]: الحدید: ۵۷-۲۷

ہیں۔یہی بات اللہ رب العزت نے درج ذیل آیتِ کریمہ میں بھی بیان فرمائی ہے، لہذا قرآن مجید میں ارشادِ گرامی ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ [1]

ترجمہ: مرد عورتوں کے نگران ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

درج بالا آیتِ کریمہ میں اللہ جل شانہ نے مرد کو یہ فضیلت دی ہے کہ اسے عورتوں پر نگہبان اور منتظم مقرر فرمایا ہے، جو اس کے گھر کا انتظام وانصرام سنبھالتا ہے اور اس کی نگہبانی بھی کرتا ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے کہ "مرد عورتوں پر حاکم ہے" سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت پر ایسا حکم چلائے گا جیسا کہ آقا اپنی باندی پر چلاتا ہے یعنی میاں بیوی کا تعلق آقا اور باندی کا ہوگا حالانکہ قرآن مجید میں اس سے ہر گز یہ مراد نہیں ہے بلکہ " قوام " کے معنی نگران، نگہبان اور منتظم کے ہیں کیونکہ گھر ایک ادارہ ہے جس کو انتظام وانصرام کی ضرورت ہے تو وہ منتظم اللہ رب العزت نے مرد ہی کو مقرر فرمایا۔ یہ خاندانی زندگی کو چلانے کے لیے قرآن مجید نے ایک اصول اور ضابطہ بیان کیا ہے اب جس عورت کے ذہن میں یہ اصول ہو اس کے ذمے شریعت نے جو ذمہ داریاں ڈال رکھیں ہیں انہیں بجالانے میں کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرے گی۔

قوام کا مفہوم -ایک غلط فہمی کا ازالہ

کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے چونکہ آج کل آزادی نسواں کے نعرے مختلف سمتوں سے بلند ہوتے رہتے ہیں اور اس سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اسلام میں مرد کو حاکم بنا کر عورت پر بالادستی قائم کردی گئی ہے اور عورت بیچاری محکوم بنا کر مرد کے ہاتھوں محبوس اور قید کردی گئی ہے اگر حقیقت میں دیکھا جائے مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں اور خاندانی زندگی کا سفر دونوں نے مل کر طے کرنا ہے اور یہ بھی لازمی بات ہے کہ کوئی ایک ہی اس سفر زندگی کا منتظم اور نگران بن سکتا ہے تاکہ اس سفر کا صحیح انتظام وانصرام ہو سکے، تو اس حکمت کے تحت اللہ تعالی نے مرد کو عورتوں پر نگہبان، نگران اور منتظم مقرر فرمایا ہے نہ کہ

[1]: النساء : ۴-۳۴

ایسا حاکم جو عورت پر حکمرانی کرے اور اسے لونڈی بنادے بلکہ صرف انتظام سنبھالنے اور نگرانی کرے جس کی دو وجوہ اللہ رب العزت نے خود اسی آیتِ مبارکہ میں بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ [1]

ترجمہ: کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ میں پہلی وجہ وہبی ہے یعنی اللہ تعالی کی طرف اسے چند کمالات اور خصوصیات کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، جبکہ دوسری وجہ کسبی ہے کیونکہ مرد کے ذمہ اپنی بیوی کا نان نفقہ اور خرچہ وغیرہ ہے جس کا وہ انتظام وانصرام کرتا ہے اس لیے اسے فوقیت دی گئی ہے، چنانچہ آیت مذکورہ کی امام رازیؒ نے ایسی تفسیر بیان کی ہے جس میں لفظِ "قوام" کے مفہوم اور اس کے معنی نگہبان ونگران کی وضاحت ہے، چانچہ التفسیر الکبیر میں ہے:

ثم انه تعالى لما أثبت للرجال سلطنة على النساء ونفاذ أمر عليهن بين أن ذلك معلل بأمرين، أحدهما: قوله تعالى: {بِمَا فَضَّلَ الله بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ} واعلم أن فضل الرجل على النساء حاصل من وجوه كثيرة ، بعضها صفات حقيقية ، وبعضها أحكام شرعية ، أما الصفات الحقيقية فاعلم أن الفضائل الحقيقية يرجع حاصلها الى أمرين : إلى العلم ، وإلى القدرة ، ولا شك أن عقول الرجال وعلومهم أكثر ، ولا شك أن قدرتهم على الأعمال الشاقة أكمل ، فلهذين السببين حصلت الفضيلة للرجال على النساء في العقل والحزم والقوة ، والكتابة في الغالب والفروسية والرمي ، وان منهم الأنبياء والعلماء ، وفيهم الامامة الكبرى والصغرى والجهاد والأذان والخطبة والاعتكاف والشهادة في الحدود والقصاص بالاتفاق --- فكل ذلك يدل على فضل الرجال على النساء-

والسبب الثاني : لحصول هذه الفضيلة : قوله تعالى : {وَبِمَآ أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ} يعني الرجل أفضل من المرأة لأنه يعطيها المهر وينفق عليها [2]

---

[1]: النساء : -۴-۳۴

[2]: الرازى ، محمَّد بن عمر بن الحسين الرازي الشافعي المعروف بالفخر الرازي أبو عبد الله فخر الدين: تفسير الفخر الرازى. مفاتيح الغيب من القرآن الكريم ، جلد١،ص ١٤٤١،دار إحياء التراث العربى

مذکورہ آیت کی تشریح میں امام فخر الدین الرازیؒ نے فرمایا کہ مرد کو فضیلت دو وجوہ کی بنیاد پر ہے۔ پہلی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بعض (عورتوں) پر بعض (مردوں) کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے، اور پھر اس کے کئی پہلو ہیں یعنی علم، قدرت اور عقل میں مرد عورت سے بڑھ کر ہے، اور بعض وہ اوصاف ہیں جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ ان میں سے امامتِ کبری امامتِ صغریٰ، جہاد، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود و قصاص وغیرہ۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور امام رازیؒ نے دوسری وجہ کی یہ تشریح بیان فرمائی ہے کہ مرد چونکہ اپنے اموال اپنی بیوی پر خرچ کرنے والا ہے کیونکہ وہ عورت کو نان نفقہ اور مہر وغیرہ ادا کرتا ہے۔ اس لیے مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد صرف انتظام و انصرام اور تادیب وغیرہ میں قوام قرار دیا گیا ہے۔

لفظِ قوام کی تفسیر الشیخ ابوالفضل بن الحسن الطبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں مذکورہ آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"ای قیمون علی النساء مسلطون علیهن فی التدبیر والتادیب والتعلیم والریاضة بمافضل الله بعضهم علی بعض هذا بیان سبب تولیة الرجال علیهن ای انماولاهم الله امرهن لمالهم من زیادة الفضل علیهن من المهر والنفقة فکل ذالک بیان علة تقومهم علیهن وتولیتهن "[1]

ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان اور نگران ہیں، عورتوں پر انہیں قدرت دی گئی ہے کیونکہ تدبیر، تادیب، تعلیم و ریاضت کی وجہ سے بعض مردوں کو بعض عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے مردوں کی نسبت ولایت کا بیان ہے، مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو والی بنایا ہے کہ وہ عورتوں کو حکم کریں کیونکہ ان کے لیے عورتوں پر فضیلت ہے۔ مہر، نان نفقہ اور اس کے خرچہ کی وجہ سے۔ پس یہ تمام چیزیں عورتوں پر نگہبانی، نگرانی وغیرہ کی علت ہیں۔

مذکورہ مباحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ان سے مراد یہ نہیں ہے کہ "مرد حاکم بن کر عورت کو محکوم بنائے رکھے" بلکہ وہ خاندانی نظم و ضبط اور امور خانہ داری کی اصلاح کا ذمہ دار اور منتظم ہے کیونکہ خاندان کی حیثیت ایک ادارہ کی ہے جس کی تعمیر و ترقی اور درست نہج پر چلانے کے لیے ایک ذی شعور اور ذی استعداد منتظم کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا کا قانون ہے کہ کوئی بھی ادارہ، جماعت، پارٹی، تنظیم حتیٰ کوئی کمپنی بھی ہو وہ کسی زیرک باکمال صلاحیتوں کے مالک منتظم کی محتاج ہوتی ہے اور اس کے بغیر اس کا سارا نظم و ضبط درہم برہم

[1]: الطبرسی، الشیخ ابوالفضل بن الحسن الطبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القران ، جلد۵، ص ۹۴، دارالفکر لبنان

ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ایک ادارہ ایسا ہو جس سے افراد، قومیں، تمدن و تہذیب اور سوسائیٹیز تشکیل پاتی ہوں تو اس کے لیے منتظم کی ضرورت بطریق اولی ہوتی ہے اور وہ منتظم اللہ نے مرد ہی کو مقرر کیا۔ لہذا یہ میاں بیوی کا تعلق کوئی حاکم اور محکوم والا نہیں یعنی یہ غلط فہمی نہ رہے کہ مرد حاکم اور حکمران ہے اور اس کی بیوی محکوم ہے جسے ہر حال میں تابع اور فرمان بردار ہونا چاہئے اور ہمارا اس کے ساتھ آقا اور لونڈی یا نوکر جیسا رشتہ ہے۔ بلکہ حقیقت میں میاں بیوی کے درمیان دوستی، محبت والفت، راحت وآرام اور سکون کا تعلق ہے اور یہی تعلق اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً [1]

ترجمہ: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالی نے واضح اس طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ میاں بیوی کا تعلق ایک دوسرے سے جنسی سکون حاصل کرنے، آپس میں محبت والفت سے رہنے اور دوستانہ تعلق اختیار کرنے کے لیے ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تشریح علامہ السمرقندیؒ بحر العلوم میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً" يعني الحب بين الزوج والمرأة ولم يكن بينهما قرابة ويحب كل واحد منهما صاحبه [2]

ترجمہ: "وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً" اس سے مراد مرد اور عورت کے درمیان محبت والفت ہے، درحالانکہ اس سے پہلے ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں تھی اور اب ہر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ہیں۔

---

[1]: الروم: ۳۰- ۲۱

[2]: السمرقندي ،أبو الليث نصر بن محمد بن إبراهيم السمرقندي الفقيه الحنفي، بحر العلوم- تفسير السمرقندى، جلد۳، ص۸، دار النشر : دار الفكر – بيروت، تحقيق: د.محمود مطرجي

خاندانی نظام کی تعمیر وترقی میں میاں بیوی کا کردار

خاندانی نظام کی تعمیر و ترقی میں میاں بیوی کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے کیونکہ اگر گہرائی اور گیرائی سے دیکھا جائے تو اس میں سارا ہاتھ انہیں کا ہے۔اس لیے ان کے اچھے کردار سے یہ نظام پُر سکون، آرام و راحت والا بنتا ہے۔ بشرطیکہ دونوں اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آگے قدم بڑھائیں۔ اب یہاں پر خاندانی نظام کے اندر رہتے ہوئے دونوں کے اوپر کچھ فرائض و حقوق اور ذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں۔کیونکہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ[1]

ترجمہ: اوران عوتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) اُن پر حاصل ہیں۔ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے۔

قرآن مجید نے مذکورہ آیت کریمہ میں خاندانی زندگی اور خصوصاً میاں بیوی کے تعلقات کا ایک جامع دستور بیان کیا ہے اگر ازدواجی زندگی اس دستور کے مطابق گزاری جائے تو اس سے ایک خوشحال گھرانہ وجود میں آکر معاشرے میں مثبت کردار ادا کرے گا۔اگر ازدواجی زندگی میں اس دستور کو مد نظر نہیں رکھا گیا تو پھر اس ازدواجی رشتہ میں تلخیاں اور کشیدگیاں پیدا ہوں گی، جس کے بُرے اثرات پوری سوسائٹی پر اثرانداز ہوں گے۔اس لیے خاندانی زندگی میں یہ انتہائی اہم دستور ہے، جہاں پر اس آیتِ کریمہ میں عورت کے مہر، نان نفقہ اور رہائش کے حقوق کی دلالت موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر حقوق مثلاً اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اسے راحت وآرام پہنچانا، الفت ومحبت کے ساتھ پیش آنا اور اسے خوش باش رکھنا بھی مراد ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کی نظر میں اچھا ہو، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا[2]

---

[1]: البقرة: ٢-٢٢٨

[2]: أبو عيسى، محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الجامع الصحيح سنن الترمذي، حديث نمبر:١١٦٢، جلد٣، ص٤٦٦، تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون، الناشر : دار إحياء التراث العربي — بيروت

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام مؤمنوں میں سے ایمان کے اعتبار سب سے کامل وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو، اور بہترین لوگ وہ ہوں گے جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہوں۔

البتہ مذکورہ آیتِ کریمہ میں جہاں تک عورت کے حقوق کے حوالے سے مرد کو ذمہ داری کا احساس دلایا ہے تو اسی کے ساتھ ہی عورت کو بھی اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا ہے، یعنی فرمایا ہے کہ جس طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق ہیں اس کے مثل عورتوں پر بھی مردوں کے حقوق ہیں۔ لہذا اگر میاں بیوی اپنی اپنی ذمہ داریاں قرآنی تعلیمات کے مطابق سرانجام دیتے ہیں اور انہیں اچھے طریقے سے نبھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں تو اس سے ایک اچھی سوسائٹی تشکیل پاتی ہے اور اس کے افراد کی تعمیر و ترقی ہوتی ہے۔ اس لیے ذیل میں ہر ایک کی ذمہ داریاں اور ان کے کردار کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

خاندانی نظام میں میاں کا کردار اور اس کی ذمہ داریاں

قرآنی تعلیمات کے مطابق گھریلوں زندگی پُرسکون بنانے کے لیے شریعتِ مطہرہ نے جو اصول وضع کئے ہیں انہیں اپنانے کی ضرورت ہے، اور یہ اصول اور ذمہ داریاں بڑی بسط و تفصیل کے ساتھ اسلامی تعلیمات میں بیان ہوئیں ہیں، لہذا ایک اچھے شوہر کا ثبوت دینے کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی طرف سے اس کی جو ذمہ داریاں ہیں انہیں نبھانے کی بھرپور کوشش کرے ذیل میں چند ذمہ داریوں کو بیان کیا جاتا ہے جو ایک مرد پر بحثیت شوہر واجب ہوتی ہیں:

شوہر کی ذمہ داریاں

ایک مرد پر بحیثیت شوہر دو قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

(الف) مالی ذمہ داریاں

(ب) غیر مالی ذمہ داریاں

(الف) مالی ذمہ داریاں

مرد کی مالی ذمہ داریوں میں مہر، نان نفقہ اور سکنی وغیرہ داخل ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

(۱)مہر کی ادائیگی

شوہر کے ذمہ نکاح کے بعد شریعتِ مطہرہ نے مہر لازم کیا ہے ، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً[1]

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔

مہر عورت کا ایک اہم حق ہے جو نکاح کی وجہ سے مرد پر لازم ہوتا ہے ، جسے نکاح کے وقت مقرر کیا جاتا ہے اور شب زفاف سے قبل اسے ادا کرنا لازم ہوتا ہے ، البتہ اگر دونوں کی رضامندی سے مؤخر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ تاہم شوہر کے ذمہ داری ہے کہ ادائیگی کر دے۔

(۲)نان نفقہ

مرد کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے اخراجات کو برداشت کرے کیونکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق اس کے کھانے پینے اور کپڑے کا خرچہ شوہر پر لازم ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[2]

ترجمہ: اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اُٹھائے۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی تشریح تفسیر خازن میں کچھ یوں ہے:

يعنى الأب--- رزقهن (أي طعامهن) وكسوتهن (أي لباسهن) بالمعروف (أي على قدر الميسرة)[3]

تفسیرِ خازن میں اس بات کی تشریح کی گئی ہے کہ بچے کے والد پر یعنی شوہر پر اپنی بیوی کا کھانا پینا اور اس کا لباس وغیرہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا ضروری ہے۔ لہذا عورت مرد کی استطاعت کو پیشِ نظر رکھ کر کھانے پینے اور لباس کا مطالبہ کرے اگر مرد کی اتنی استطاعت نہ ہو تو پھر عورت کو اس کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔

---

[1]: النساء:٤- ٤

[2]: البقرة:٢- ٢٣٣

[3]: الخازن ،علاء الدين علي بن مُحَمَّد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن،تفسير الخازن المسمى لباب التأويل في معاني التنزيل،جلد١ ،ص٢٣٥، دار النشر : دار الفكر - بيروت / لبنان -١٣٩٩ هـ /١٩٧٩

(۳) رہائش کا انتظام کرنا

مرد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے مناسب رہائش کا انتظام کرے گا، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ[1]

ترجمہ: ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔

مذکورہ آیت کریمہ میں شوہر کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جہاں رہتے ہوں وہیں پر اپنی بیوی کے لیے رہائش کا انتظام کرے، یہ اگرچہ مطلقہ عورت کے بارے میں ہے لیکن جب مطلقہ عورت کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ واجب ہے تو اس کی اپنی منکوحہ بیوی کی رہائش تو اس کے ذمہ بطریقِ اولی ضروری ہے۔ لہذا شوہر اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہے بلکہ اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کو مناسب رہائش مہیا کرکے دے۔

(ب) غیر مالی ذمہ داریاں

مذکورہ مالی ذمہ داریاں شوہر کے ذمہ واجب تھیں اب ذیل میں کچھ غیر مالی ذمہ داریاں ہیں جو شوہر کے ذمہ ضروری ہیں:

(ا) حسن معاشرت

خاندانی زندگی میں شوہر کا کردار مثالی ہونا چاہیے تاکہ اسلامی معاشرت کا بول بالا ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک اچھے طریقے سے رہن سہن اختیار کرے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق وہ اپنی رفیق حیات کے ساتھ حسن سلوک رکھے۔ بات کرنے میں نرم لب ولہجہ اختیار کرے۔ اس کے ساتھ اچھے تعلقات نبھائے۔ حسن معاشرت کی اچھی زندگی اختیار کرے کیونکہ قرآن مجید نے ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت اختیار کرو، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[2]

ترجمہ: اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔

---

[1]: الطلاق: ٦٥-٦

[2]: النساء: ٤- ١٩

مذکورہ آیتِ کریمہ میں ایک خاندانی نظام زندگی کا ایک اہم اصول بیان ہوا ہے جس میں مردوں کو خطاب ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آؤ یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاشرت سے زندگی گزارو، اچھی معاشرت برتو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ اصول کا عملی نمونہ پیش فرما کر امت کو بتایا:

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سے بہتر ہوں۔

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے امت کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور اچھے برتاؤ سے پیش آنے کی ترہیب وترغیب دی ہے، اور خود اپنے عمل کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ میں گھر والوں کے ساتھ معاشرت میں اچھا برتاؤ کرتا ہوں اور اچھی زندگی گزارتا ہوں۔ اس لیے تمہیں بھی اپنی بیویوں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس طرح میاں بیوی محبت والفت، آرام وراحت، رنج وخوشی اور صحت وبیماری میں ہر ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے اس تعلق کو لباس سے یاد کیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ[2]

ترجمہ: وہ تمہارے لیے لباس ہیں، اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

مذکورہ آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے آرام وسکون کا ذریعہ ہیں اور ایک دوسرے کے لیے بمنزلہ لباس بھی ہیں کیونکہ جس طرح انسان کسی کپڑے کے ذریعے اپنے آپ کو چھپاتا ہے یا اس کے ذریعے زینت اختیار کرلیتا ہے اس طرح میاں بیوی ایک دوسرے کی پردہ پوشی بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے زینت بھی بنتے ہیں، چنانچہ تفسیر طبری میں مذکورہ آیت میں لباس کا مفہوم پردہ پوشی بیان کیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ"، بمعنى: أن كل واحد منكم ستر لصاحبه[1]

---

[1]: أبو أحمد خالد الشافعي، الإمام المباركفوري رحمه الله في تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي

[2]: البقرة: ٢-١٨٧

ترجمہ: "هن لباس لكم وأنتم لباس لهن"، کامطب یہ ہے کہ تم (میاں بیوی) میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے بطور پردہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کا تعلق انتہائی مبارک ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اسے ایک دوسرے کے لیے آرام وراحت اور بمثل پردہ قرار دیا ہے۔ لہذا اس سے خاندانی زندگی میں زوجین تب لطف اندوز ہو سکتے ہیں جب ان کے آپس میں تعلق قرآنی تعلیمات کے مطابق ہو اور اس نظام میں دونوں کا اعلی کردار ہو۔ اور ہر ایک کو احساس ذمہ داری ہو۔

(۲) بیوی کی بعض کمزوریوں پر چشم پوشی کرنا

حسن معاشرت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ایک انسان کے اندر اللہ سبحانہ وتعالی نے بہت ساری خوبیاں ودیعت کر رکھی ہیں لیکن بعض دفعہ اس میں ایسی کمزوری بھی موجود ہوتی ہے جو عام طور پر بھلی نہیں لگتی۔ لیکن جہاں پر اس انسان میں دیگر بہت ساری صلاحیتیں اور خوبیاں ہیں تو اس کی اکاد کا کمزوری کو نظر انداز کیا جانا چاہئے اور اس پر چشم پوشی کرنی چاہئے اور اگر قرآنی مجید کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے ، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا[2]

ترجمہ: اور اگر تم انہیں پسند نہیں کرتے تو یہ عین ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی بیوی میں ڈھیر خوبیاں ہیں اور کبھی کوئی ایک خرابی ظاہر ہو جاتی ہے تو دیگر خوبیوں کی وجہ سے نظر انداز کر کے اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے۔

(۳) بعض امور میں بیوی سے مشاورت کرنا

میاں بیوی کے آپس خوش اسلوبی سے رہنے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ مرد کو اگرچہ اللہ تعالی نے گھر کا نگران اور امیر مقرر فرمایا ہے لیکن حسن معاشرت کی وجہ سے اپنی بیوی کو یکسر محروم نہیں کرنا چاہے

[1]: أبو جعفر الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، [٢٢٤- ٣١٠ هـ]، جامع البيان في تأويل القرآن،جلد٣،ص٤٩٢ ، المحقق : أحمد محمد شاكر،الناشر : مؤسسة الرسالة،الطبعة : الأولى ، ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م

[2]: النساء:٤-١٩

بلکہ اس سے مشاورت کرنااوراسے اعتماد میں لیناایک اچھے برتاؤ کی مانند ہے۔اور اچھے برتاؤ کے بارے میں حضور ﷺ کاارشاد ہے:

فقال أَلا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ [1]

مذکورہ روایت حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے جو خطبہ پیش فرمایاتھا اس کاایک حصہ ہے۔اس خطبہ میں یہ بھی واضح ارشاد فرمایاکہ شایداگلے سال میں تم کو یہاں نہ دیکھ سکوں۔ لہذااس موقع پر آپ ﷺ نے ان کے سامنے ان تمام باتوں کو چُن چُن کر بیان فرمایاجن میں امت کی گمراہی کااندیشہ تھا، اس خطبہ میں بہت ساری دیگر نصیحتوں سمیت ایک نصیحت یہ بھی کی کہ تم اپنی عورتوں کے ساتھ اچھابرتاؤ کیاکرو اوراس کے حقوق اداکرواوراس کے ساتھ حسن سلوک کااہتمام کرو۔لہذااب اگرکوئی مرد اپنی بیوی سے کسی کام میں مشورہ کرتاہے تویہ حسن معاشرت کے عین مطابق ہے۔

(۴)بیوی پر خرچ کرنا

خاندانی نظام میں اللہ تعالی نے مرد کو منتظم بنایاہے اور اس پر گھر والوں کاخرچ بھی لازم کیاہے بنابراین اسے بخل سے کام نہیں لیناچاہئے۔اگرمعاشی حالت اچھی ہے توبیوی بچوں پر استطاعت کے مطابق خرچ کرناچاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاکہ جواپنی بیوی پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرتاہے اللہ اس پرانہیں ثواب دیتاہےاوراس کی طرف سے یہ صدقہ شمار ہوتاہے۔ارشاد گرامی ہے:

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جو شخص اپنے گھر والوں پر ثواب کی امید کے ساتھ خرچ کرتاہے، تو یہ اس کاصدقہ شمار ہوگا۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنی استطاعت کے ساتھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے سے ثواب ملتاہے،لہذااس پر خرچ کرناچاہئے۔

---

[1]: أبو عيسى، محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الجامع الصحيح سنن الترمذي،حديث نمبر:١١٦٣،جلد٣،ص٤٦٧، تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون،الناشر : دار إحياء التراث العربي, بيروت

[2]: البخاري ، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،حديث نمبر:٥٥،جلد١،ص٢٠،المحقق:محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ١٤٢٢هـ

خاندانی نظام میں بیوی کا کردار اور اس کی ذمہ داریاں

خاندانی نظام میں جب قرآنی تعلیمات کے مطابق معاشرت کے اصول اپنائے جائیں تو یہ ایک کامیاب گھرانہ بن سکتا ہے جس سے ایک مثبت اور پائیدار معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے، لہذا خاندان کے ذمہ دار لوگوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں اور ان کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے کام نہ لے۔ چنانچہ خاندان میں میاں بیوی کا کردار انتہائی اہم ہے اس لیے شوہر کی ذمہ داریوں کے بعد ایک عورت کی بحیثیت بیوی کونسی ذمہ داریاں بنتی ہیں؟ ذیل میں ان کی وضاحت کی جاتی ہے:

(ا) مطیع وفرمانبردار ہونا

اسلام کے خاندانی نظام میں ایک عورت کا بحثیت بیوی نمایاں کردار ہونا چاہیئے تاکہ وہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی گھرانے کا ذمہ دار فرد معلوم ہونے لگے، اس لیے اس کی سب سے پہلے یہ اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مطیع اور فرمانبردار ہو کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے اندر اس کی اس ذمہ داری کا احساس دلایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ[1]

ترجمہ: چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔

اس آیت میں "قَانِتَاتٌ" سے مراد فرمانبردار عورت ہے یعنی اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ جو عورت نیک ہو وہ مطیع بھی ہوگی۔ لہذا بحیثیت بیوی اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھریلو زندگی میں اچھا کردار ادا کرے اور ہر جائز کام میں شوہر کی فرمانبرداری کا ثبوت دے۔ چنانچہ شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے شوہر کی اطاعت کی وہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہتی ہے اس سے وہ داخل ہو سکتی ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وحصّنت فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا، دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ[1]

---

[1]: النساء : ۴-۳۴

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر عورت روزانہ اپنی پانچ نمازیں ادا کرتی ہو اور رمضان کا روزہ پابندی سے رکھتی ہو اور اپنی شرمگاہ کی حفاحظت کرتی ہو اور اپنے شوہر کی مطیع اور فرمانبردار رہتی ہو تو وہ جس دروازے سے داخل ہونا چاہئے وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالی نے عورت کو انتہائی اونچا مقام عطا فرمایا ہے کیونکہ بنیادی چیز میاں بیوی کا آپس میں نبھانا ہے اور یہ تب ممکن ہے جب ایک بیوی اطاعت گزار ہو اور بات بات پر انگلی اٹھانے والی نہ ہو۔

(۲)شوہر کے گھر کی حفاظت کرنا

عورت شوہر کے گھر کی امین ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس سمیت اس کی عزت وآبرو، مال وجائیداد اور گھر وغیرہ کی حفاظت کرے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے:

حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ[۲]

ترجمہ: مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔

بخاری شریف کی ایک تفصیلی حدیث ہے جس میں یہ بھی حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک اپنی حیثیت سے ذمہ دار اور نگران ہے اور اس طرح عورت بھی اپنے گھر اور اہل وعیال وغیرہ کی نگہبان ونگران ہے جس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قال سمعت رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ... وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا[۱]

---

[۱]: ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، حديث نمبر: ۴۱۶۳، جلد۹، ص۴۷۱، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۴ – ۱۹۹۳

[۲]: النساء: ۴-۳۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ہر ایک سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، جس کے تم نگہبان ہو۔۔۔اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

(۳)خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا

عورت کی ایک اہم شرعی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر عام حالات میں گھر سے باہر نہ نکلے تاکہ اجازت لینے سے اس کی دلجوئی بھی ہو جائے اور ساتھ شریعت کے حکم پر عمل بھی ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید کے اندر امہات المؤمنین سے خطاب ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں، باہر نہ نکلیں۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى[۲]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔

مذکورہ آیتِ کریمہ میں اگرچہ بظاہر خطاب ازواج مطہرات سے ہے لیکن الفاظ کے عموم سے تمام امت کی عورتیں اس میں شامل ہیں، لہذا آجکل کے فتنہ و فساد کے دور میں بہتر یہ ہے کہ عورت خانہ داری کے معاملات کی نگرانی کرتی رہے۔ اپنے گھر کی زینت بنے۔ بغیر ضرورت کے باہر جانے سے گریز کرے۔ البتہ بوقت ضرورت اگر جانا بھی پڑے تو شوہر کی اجازت سے باہر جائے تو اس طرح اسلامی طریقہ زندگی گزارنے سے ان کے آپس کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور گھر کا ماحول پر سکون اور آرام دہ رہے گا۔ اور حضور ﷺ کے فرمان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو عورت گھر میں قرار پاتی ہے وہ اللہ کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

---

[۱]: البخاري ، مُحَمَّد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،حديث نمبر:۲۷۵۱،جلد٤،ص٦،المحقق:مُحَمَّد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ١٤٢٢ھ

[۲]: الاحزاب:۳۳-۳۳

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ وَإِنَّهَا إذا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَإِنَّهَا لا تَكُونُ إلى وجه الله أَقْرَبُ منها في قَعْرِ بَيْتِهَا [1]

یقیناً اس پر فتن دور میں عورت کو شیطان کا آلہ کار بننے میں کوئی دیر بھی نہیں لگتی کیونکہ اس کو گناہ کی ترغیب دیتا ہے اور اس کی طرف اسے مائل کیا جاتا ہے جو آخر کار شیطان اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(۴) شوہر کی موجودگی میں نفلی روزہ نہ رکھنا

عورت کا گھر میں اچھے کردار کا عملی نمونہ ظاہر کرتے وقت یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ اگر اس کا شوہر گھر پر موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ بھی نہیں رکھنا چاہئے تاکہ اس سے شوہر کو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لاَ يَحلُّ لامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إلا بِإِذْنِهِ [2]

ترجمہ: کسی عورت کے لیے جائز نہیں اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نفلی روزہ رکھے۔

مذکورہ روایت کا تقاضہ یہ ہے کہ شوہر اگر گھر پر ہے تو اس کی بیوی کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ نفلی روزہ رکھنے کے لیے اس سے اجازت طلب کرے اور اس کے بعد نفلی روزہ رکھے۔

(۵) خاوند کے ناپسندیدہ لوگوں کو گھر میں داخل نہ کرنا

خاندانی نظام زندگی میں عورت کے پاس شوہر کا گھر اور دیگر اشیاء وغیرہ بطور امانت ہیں، لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں خیانت نہ کرے، اب اگر شوہر یہ چاہتا ہو کہ فلاں آدمی میرے گھر میں داخل نہ ہو تو اس کی

---

[1]: ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، حديث نمبر: ٥٥٩٨، جلد١٢، ص٤١٢، تحقيق : شعيب الأرنؤوط، الناشر : مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الثانية ، ١٤١٤ – ١٩٩٣

[2]: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: ٥١٦هـ)، شرح السنة، حديث نمبر: ١٦٩٥، جلد٦، ص٢٠٣، تحقيق: شعيب الأرنؤوط-محمد زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م

بیوی کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس آدمی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے ، چنانچہ مذکورہ روایت میں ہے:

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لاَ يَحِلُّ لامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ ... وَلاَ تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ... [1]

ترجمہ: اوراسی طرح کیس عورت کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے خاند کی اجازت کے بغیر کسی کواس کے گھر میں داخل کرے۔

یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیراس کے گھر میں لوگوں کوداخل نہ ہونے دے اوراس طرح ایک دوسری روایت میں یہ بھی ارشادہے کہ عورت چونکہ گھر کی مسئول ہے تواس بات کا تقاضہ یہ ہے کہ گھر کی صحیح طریقے سے نگرانی کرے۔ [2]

مذکورہ صفحات میں مردوزن کے خاندانی نظام میں کردار کے حوالے سے ذمہ داریاں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں بیان ہوئیں ہیں اور عموماً یہ وہی ذمہ داریاں تھیں جنہیں اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے اورمیاں بیوی تب ایک دوسرے سے نفع اُٹھاسکتے ہیں جب ان کے آپس میں تعلقات خوشگوار ہوں۔ ہمیں حضور ﷺ کا گھریلو حوالے سے سیرت کامطالعہ کرناچاہئے تاکہ ہمارے گھروں کے اندر بھی یہ پر سکون فضا میسر ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انتہائی مصروفیت کے باوجود اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت اچھے اور خوشگوار ماحول میں زندگی گزاری۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ انہوں نے تمام عمر اپنے گھر کی خاتون پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ جب وہ گھر کے اندر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ [3]

---

[1]: البغوي ،محيي السنة، أبو مُحَمَّد الحسين بن مسعود بن مُحَمَّد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: ٥١٦هـ)، شرح السنة،حديث نمبر:١٦٩٥،جلد٦،ص٢٠٣، تحقيق: شعيب الأرنؤوط-مُحَمَّد زهير الشاويش،الناشر: المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م

[2]: البخاري ، مُحَمَّد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،حديث نمبر:٢٧٥١،جلد٤،ص٦،المحقق: مُحَمَّد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ١٤٢٢هـ

[3]: البرهان فوري ،علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : ٩٧٥هـ)،كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال،حديث نمبر:١٨٧١٩،جلد٧،ص٢٢٢، المحقق : بكري حياني - صفوة السقا،الناشر : مؤسسة الرسالة،الطبعة : الطبعة الخامسة ،١٤٠١هـ/١٩٨١م

عصر حاضر کے خاندانی نظام میں درپیش مسائل اوران کا حل قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

میاں بیوی کی ذمہ داریاں اور کردار کے بعد خاندانی نظام کے حوالے سے ان مسائل کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں آجکل لوگ افراط و تفریط کے شکار ہیں ، جن کی وجہ سے خاندان میں ناچاقیاں اور تلخیاں بھی پیداہو گئیں ہیں، میاں بیوی کی رفاقتِ حیات میں بھی دوریاں بڑھ گئیں ہیں ۔ تاہم ایسی حالت میں ضرورت اس امر کی ہے کہ درپیش مسائل کاقرآنی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیاجائے اوران میں جو خامیاں ہیں ان کی نشاندہی کرکے قرآنی تعلیمات کے مطابق اس کا حل تلاش کیا جائے۔ ذیل میں چند اہم مسائل کو ترتیب وار ذکر کیا جائے گا:

پہلا مسئلہ: گھریلو تشدد اور حل

آج کل گھریلو تشدد کے مسئلہ نے بڑی سنگین صورتحال اختیار کرلی ہے کیونکہ شوہر نے جب سے لفظِ قوام کا غلط مطلب سمجھنا شروع کیا یعنی جب سے وہ اپنے آپ کو گھر کا حاکم اور طاقتور شمار کرنے لگا تب سے اپنے گھر والوں پر ظلم وستم ڈھاناشروع کر دیا۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والے لوگوں کی عورتیں جسمانی طور پر طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف کا شکار ہوتی ہیں، نفسیاتی طور پر بھی انہیں ٹارچر کیا جاتا ہے ۔کیونکہ شوہر نے آپنے آپ کو ڈکٹیٹر سمجھا ہے، جیسا کہ "Muslim in Islam" میں ہے:

> The husband assumes the role of ruler, superior, controller, oppressor and master, while the wife on the other hand, is reduced to a slave, a captive, a low, inferior and submissive creature. [1]

البتہ یہ جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے یہ شریعتِ مطہرہ سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہو رہا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ایک عورتوں کا ذکر فرمایا اور یہ فرمایا کہ "یہ بہت ہی بُری بات ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جس طرح آقا اپنے غلام کو مارتا ہے، حالانکہ دوسری طرف اس سے جنسی خواہشات بھی پوری کرتا ہے۔

۱: Women in Islam valium.2. pg.529 by Naseem Ahmed, Publisher, New Delhi: A.P.H. Pub. Corp. 2011

وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ : يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ [1]

اور واقعی یہ غیر اخلاقی بات ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کو مارنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ایک دوسری روایت میں بھی حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اللہ تعالی کی باندیوں (اپنی بیوں) کو نہ مارو۔

چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

قال رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلم : لا تَضرِبُوا إماءَ الله [2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو مارنا جائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ روایت میں حضور ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر شوہر واقعتاً یہ محسوس کرے کہ اس میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ناقابلِ برداشت ہیں تو ایسی حالت میں عورت کی اصلاح بھی ضروری ہے کیونکہ شوہر نگران اور منتظم ہونے کی وجہ سے اس بات کا مکلف ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنی بیوی کی اصلاح کی فکر کرے، لیکن طریقہ وہ اختیار کرے جو قرآن مجید نے اسے سمجھایا ہے اور تمام جزئیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

چنانچہ قرآنی تعلیمات میں واضح احکام موجود ہیں، جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کس صورت میں بیوی کو مارنا جائز ہے اور کس صورت میں نہیں؟ اگر مارنا جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ غرض قرآن مجید میں اس پہلو کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ امت کی عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ توڑے جائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں عورت کو مارنے کے حوالے سے درج ذیل آیت کریمہ میں ترتیب وار احکام موجود ہیں، ارشاد ربانی ہے:

وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ [3]

[1]: البخاري ، مُحَّد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،حديث نمبر:٤٩٤٢،جلد٦،ص١٦٩،المحقق:مُحَّد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ١٤٢٢هـ

[2]: السِّجِسْتاني ، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، سنن أبي داود،حديث نمبر:٢١٤٦،جلد٣،ص٤٧٩، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، الناشر: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، ١٤٣٠ هـ - ٢٠٠٩ م

[3]: النساء: ٤-٣٤

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔

مذکورہ نصوص سے اس بات کی وضاحت ہوگئی ہے کہ عام حالات میں بیوی کو مارنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر واقعتاً اس میں کوئی خرابی موجود ہے تو اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے لیکن وہ اصلاح کیسے کی جائے اس کے بارے میں قرآن مجید کی درج بالا آیتِ کریمہ میں تین درجے بیان ہوئے ہیں: وہ یہ ہیں:

(۱) سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی میں کوئی غلطی دیکھی تو پہلے اسے اچھے طریقے سے سمجھائے بجھائے چاہئے، نرمی، خوش اخلاقی اور پیار و محبت سے اس سے گفتگو کرے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے کہ: "فَعِظُوهُنَّ" یعنی "انہیں نرمی سے سمجھاؤ"۔ تاکہ نصیحت ہی کی وجہ سے وہ اپنی غلطی سے باز آئے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو جائے یعنی نصیحت کام نہ آئے پھر اس کے ساتھ سونا چھوڑ دو، اس کا بستر علیحدہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ارشاد گرامی ہے کہ "وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ" یعنی "اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو" تاکہ وہ تنہائی میں اپنے آپ کو محسوس کریں اور یہ جسمانی طور پر فراقت کی مشقت میں مبتلا ہو جائیں۔ اب اگر عقل سلیم اور فہم صحیح ہو تو وہ باز آجائیں گی۔

(۳) البتہ اگر یہ علیحدگی بھی کام نہ آئے پھر آخری درجہ یہ ہے کہ اسے ہلکا پھلکا مار لو۔ اور یہ آخری درجہ ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "وَاضْرِبُوهُنَّ" "یعنی" (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو"۔

تاہم یہ مار کیسی ہونی چاہئے؟ اس کی تحدید بھی شریعت نے مقرر کی ہے، کیونکہ مارنے کی پھر بھی کھلی چھوٹ شریعت نے نہیں دی ہے، بلکہ اس کے بارے میں بھی ارشادات موجود ہیں، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے بہت ساری نصیحتیں کیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی کی کہ عورتوں کو نہ مارو، البتہ اگر اس کے بغیر کوئی چارہ باقی نہ رہے، پھر ایسا مارو کہ اس میں تکلیف دینا مقصود نہ ہو، بلکہ اصلاح مقصود ہو اور وہ مار ایسی نہ ہو کہ جس سے نشان پڑ جائے۔ جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے:

فَإِنْ فَعَلْنَ ذلك فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غير مُبَرِّحٍ [1]

---

[1]: النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ)، السنن الكبرى للنسائی، حديث نمبر:٣٩٨٧، جلد٤، ص١٥٥، حققه وخرج أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبي، قدم له: عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م

ترجمہ: اگروہ عورتیں نافرمانی کاارتکاب کریں توانہیں ماردو، ایسی مار ہو جس سے نشان نہ پڑجائے۔

مذکورہ نصوص سے یہ معلوم ہوا ہے کہ شوہر اپنی قوامیت کاغلط فائدہ اُٹھاکراپنی بیوی کو نہیں مارسکتا، کیونکہ اسلامی قانون میں عورت پر ظلم کرنابرداشت نہیں کیاجاتاجیساکہ مذکورہ روایت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کواللہ تعالی نے عورتوں کومارنے سے منع فرمایاہے، البتہ اگرواقعی کسی ایسی غلطی کاخدشہ ظاہر ہوجائے ، جس کی اصلاح شوہر ضروری سمجھتاہو، تواس کے لیے لازم ہے کہ وہ درج بالاقرآنی تعلیمات کوسامنے رکھ کراس کے مطابق اس کی اصلاح کی کوشش کرے تاکہ افراط وتفریط کاشکارنہ ہو۔

دوسرامسئلہ: عورت کی ملازمت اورحل

عصرِحاضر کے خاندانی نظام میں ایک مسئلہ عورت کی ملازمت کاہے۔ جس میں افراط وتفریط سے کام لیاجارہاہے۔ کیونکہ بعض گھرانوں میں عورت پر ملازمت کرناضروری سمجھاجاتاہے، جس کی وجہ سے عام طورپراس نظام سے چپقلش اوردوریاں آتی ہیں اوربعض دفعہ عورت کی بذاتِ خودیہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ملازمت اختیارکرے، بہرحال جو بھی صورت ہواگرحقیقت میں دیکھاجائے تواسلام میں کسی بھی عورت کے ناتواں کندھوں پرملازمت اورپیسے کمانے کابوجھ نہیں ڈالاگیاہے، بلکہ عورت جب تک شادی نہ کرلے تب تک اس کانان ونفقہ اورخرچہ ترتیب وار اس کے والد، بھائی اورچچاوغیرہ پرہے، البتہ جب شادی کے بندھن میں آجائے پھراس کاساراخرچہ شوہرکے ذمہ واجب ہے۔[1]

تواس سے معلوم ہواکہ عورت کاخود ملازمت کی خواہش کرنایاشوہر کی طرف سے ملازمت پر مجبورکرناعام حالات میں درست نہیں کیونکہ اسلامی خاندانی نظام میں یہ جوذمہ داریوں کی تقسیم ہوئی ہے اس کاپیش نظریہ تھاکہ عورت داخلی محاذ کی تقویت کوترجیح دے اوراسے مضبوط اورمستحکم کرنے کے لیے یکسورہے۔اس لیے خاندان کے تمام مصارف پوراکرنے کی ذمہ داری مرد کے کندھوں ڈال دی گئی ہے۔ عورت کے ذمہ نان نفقہ اورخرچہ کچھ بھی لازم نہیں ہے، البتہ اگرواقعی اس کی مجبوری ہواوراس کے پاس پیسے کمانے کی کوئی صورت نہ ہو توپھر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھلانے سے بہتریہ ہے کہ وہ خودکمائی کرے، مثلاً اس کاشوہرانتقال کرجائے یاشوہر معذوراورمحتاج ہو ، یااسی طرح کی کوئی اورصورت حال

[1] البقرة: ٢-٢٣٣

پیش آئے کہ شوہر کی کمائی سے گھر کا نارمل خرچہ بھی برداشت نہیں ہوتا،دوسرا کوئی ذریعہ معاش بھی نہ ہو پھر شریعت مطہرہ ملازمت یاکاروبار کرنے کی اجازت درج ذیل چند شرائط کے ساتھ دیتی ہے :

عورت کی ملازمت کی شرائط

شریعت مطہرہ نے عورت کو مخصوص حالات میں ملازمت یاکاروبار کرنے کی اجازت دی ہے،بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں:

(۱)شوہر کی اجازت ہو

اگر کسی عورت کا شوہر زندہ ہواوراس کاذریعۂ معاش ایسانہ ہو جس سے گھر چلایا جاسکے یاکسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے وہ کمانے کے قابل نہ ہو تواس صورت میں اس کی بیوی کاروبار یاملازمت اختیار کرسکتی ہے بشرطیکہ شوہراس کی اجازت دے کیونکہ خاندانی نظام میں عورت کی بحیثیت بیوی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مطیع وفرمانبردار رہے ، جس کی تفصیل ماقبل میں گذرچکی ہے ۔قرآن مجید کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ ارشادربانی ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ[1]

ترجمہ: چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں۔

لہذااس سے معلوم ہواکہ شوہر کی اجازت حاصل کرناکاروبار یاملازمت کے لئے ضروری ہے۔

(۲)گھراوربچوں کی تربیت متاثرنہ ہو

شریعت مطہرہ نے عورت کی ذمہ داریاں گھر کی چاردیواری تک محدودقراردی ہیں جودرحقیقت اس کی عزت وناموس اورآبروکالحاظ رکھاگیاہے۔لہذااگرملازمت یاکاروباراختیار کرنے کی وجہ سے اس کے گھر کے امورمیں یااس کے بچوں کی تعلیم وتربیت ونگرانی میں خلل واقع ہونے کااندیشہ نہ ہو پھر بحالت مجبوری اسے اجازت ہے کہ وہ کاروبار یاملازمت اختیار کرے کیونکہ حدیث مبارکہ میں عورت کو اپنے شوہر کے گھراوربچوں کی پرورش ونگرانی کاذمہ دار مقرر فرمایاہے ۔

جیساکہ ارشاد گرامی ہے:

[1]: النساء: ٤-٣٤

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قال سَمِعت رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ... وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا...[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر گھر کی نگرانی اور بچوں کی تربیت وغیرہ متاثر ہورہی ہے پھر ملازمت کرنا درست نہیں البتہ اگر ایسی کوئی صورت پیش نہ آئے تب ملازمت یا کاروبار میں عورت کے لیے حصہ لینا درست ہے۔

(۳) پردہ کا التزام ہو

آج کل کے پر فتن دور میں عورت کے لیے لازمی ہے کہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلے۔ البتہ اگر مجبوری کی وجہ سے نکلنا پڑے پھر مکمل طور پر باپردہ ہو کر نکلے، اور بڑی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لے اور ساتھ ہتھیلی اور چہرہ کو، یا برقع اوڑھ کر گھر سے نکلے کیونکہ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا [2]

ترجمہ: اے نبی تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اُوپر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو اُن کو ستایا نہیں جائے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات سمیت تمام امت کی عورتوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر سے نکلنے کے وقت ایک بڑی چادر اوڑھ کر اپنے آپ کو اس سے ڈھانپ لے پھر نکلیں اس سے تو معلوم ہوا کہ آجکل کے فتنے کے دور میں پردہ کرنا عورت کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے بلکہ ہتھیلی اور چہرہ کے پردے کا بھی اہتمام ہو۔ چنانچہ مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح میں مفتی محمد شفیعؒ نے تحریر فرمایا ہیں کہ فتنے کے دور میں

---

[1]: البخاري ، مُحَمَّد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،حديث نمبر: ۲۷۵۱، جلد٤ ،ص٦ ،المحقق: مُحَمَّد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ۱٤۲۲ھ

[2]: الاحزاب: ۳۳-۵۹

آئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت باپردہ ہو کر نکلے۔ اس کے بغیر اس کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ چنانچہ معارف القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

آئمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ تین اماموں نے تو پہلا مذہب اختیار کر کے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو، امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اگرچہ دوسرا مسلک اختیار فرمایا مگر خوف فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہے اس لئے فقہاء حنفیہ نے بھی غیر محرموں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اس پر فتن دور میں مذاہب اربعہ کے نزدیک پردہ کرنا ضروری ہے تاہم اس طور پر پردے کا اہتمام ہو کہ اس میں ہتھیلی اور چہرہ بھی ظاہر نہ ہو۔

(۴) غیر مردوں سے اختلاط نہ ہو

جس طرح عورت کے لیے ملازمت کے وقت پردہ کرنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نامحرم مردوں سے اختلاط بھی نہ کرے۔ کیونکہ نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط کرنا عورت کی عزت وناموس کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے جو عورت کے لیے سم قاتل ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا رشاد گرامی ہے جب کبھی اجنبی مرد اور عورت آپس میں ملتے ہیں تو ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

عن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ[2]

ترجمہ: حضور ﷺ سے روایت ہے کہ کوئی اجنبی مرد اور عورت ملتے ہیں تو ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

اسی طرح دور نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ کی گلی میں اچانک عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہو گیا تو جب حضور ﷺ کو واقعہ کا پتہ چلا تو اس کے خلاف انہوں نے سخت رد عمل کا اظہار کیا اور عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لیے راستہ پر قبضہ کرنا درست نہیں، تم راستہ کے کنارے پر

---

[1]: شفیع، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۱۷-۲۱۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع جدید، ۱۴۲۹-۲۰۰۸ء

[2]: أبو عيسى، محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الجامع الصحيح سنن الترمذي، حديث نمبر: ١١٧١، جلد٣، ص٤٦٦، تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون، الناشر : دار إحياء التراث العربي — بيروت

چلو راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد عورتیں دیواروں کے ساتھ بالکل چپک کر چلتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ ان کی چادریں دیوار کے ساتھ الجھ جاتی تھیں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے بچنا شرعی قوانین کی رو سے ضروری ہے۔ مذکورہ نصوص سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جس طرح غیر محرم کے ساتھ عورت کا اختلاط ناجائز ہے اسی طرح اس کے ساتھ اس کی خلوت بھی جائز نہیں۔ البتہ فقہائے کرام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ جہاں پر فتنے ظاہر ہونے کا خوف نہ ہو، وہاں پر کوئی حائل یا محرم ہو یا اس کے علاوہ کوئی قدرت رکھنے والی خاتون موجود ہو پھر اگر اختلاط ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

وَالَّذِي تَحَصَّلَ مِنْ هَذَا أَنَّ الْخَلْوَةَ الْمُحَرَّمَةَ تَنْتَفِي بِالْحَائِلِ، وَبِوُجُودِ مَحْرَمٍ أَوْ امْرَأَةٍ ثِقَةٍ قَادِرَةٍ [2]

(۵) عورت اپنی آواز میں نرمی پیدا نہ کرے

اگر عورت کو اپنی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے اوقات میں کسی نامحرم سے گفتگوں کرنے کی نوبت آئے تو شریعت مطہرہ نے اس کے لیے یہ اصول وضع فرمائے ہیں کہ وہ نامحرم سے گفتگو کے دوران نرمی اور شیرینی اختیار نہ کرے۔ بلکہ گفتگو میں متانت اور سنجیدگی ہونی چاہیے۔

چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يانِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِى فِى قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً [3]

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو لہذا تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو۔

---

[1]: السِّجِسْتاني ، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، سنن أبي داود،حديث نمبر:٥٢٧٢،جلد٧،ص٥٤٣، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - مُحَمَّد كامِل قره بللي، الناشر: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، ١٤٣٠ هـ - ٢٠٠٩ م

[2]: ابن عابدين ، علامہ محمد امين الشہير بابن عابدين ،حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة.جلد٦،ص ٣٦٨، الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.بيروت، سنة النشر ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م.

[3]: الأحزاب : ٣٣ - ٣٢

آیت کریمہ میں ازواج مطہرات سے یہ خطاب ہے کہ گفتگو میں نرمی اختیار نہ کریں توامت کی دیگر عورتوں کو بطریق اولی اس سے بچناچاہئے اوران کو نامحرم مرد کے ساتھ بات کرنے میں نرم اور نازک لہجہ اختیار کرنے کے بجائے متانت اور سنجید گی والالہجہ اختیار کرناچاہئے ۔

تیسرا مسئلہ: عورت سے گھر کی خدمت لینااور حل

آج کے دور میں گھریلو مسائل میں ایک مسئلہ عورت سے خدمت لینے کاہے کیونکہ بعض خاندانی نظام میں شوہراس سے گھر کی خدمت لیتاہے اس کی بیوی خدمت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تواس کی وجہ سے آپس میں لڑائیاں اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔تواس طرح کشیدگی سے بچنے کے لیے عصر حاضر میں شریعت کے اصول کو مد نظر رکھناضروری ہیں تاکہ عورت سے گھر کی خدمت لینے میں جو لوگ افراط و تفریط کے شکار ہوئے ہیں وہ اس سے بچ جائے۔کیونکہ بعض علاقوں میں یہاں تک بھی عورت کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ اگر روٹی میں نمک زیادہ ہو گیاتواس کی وجہ سے عورت کومار اپیٹاجاتاہے۔گویاکہ عورت گھر کی نوکرانی سمجھی جاتی ہے۔اسی طرح ساس سسر کی خدمت بھی عورت کے ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔حالانکہ نبی کریم ﷺ کے فرامین سے معلوم ہوتاہے کہ عورت کے ذمہ کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنااور گھر کی یاساس اور سسر کی خدمت لیناوغیرہ عورت کے ذمہ نہیں ہے، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

فَقَالَ " أَلاَ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَلِكَ" [1]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایاکہ عورتوں کے اچھابرتاؤ کیاکرو کیونکہ وہ تمہارے پاس گھروں میں مقید رہتی ہیں (ان پر تمہیں صرف اتناحق حاصل ہے)ان کے علاوہ شرعاً تمہارا ان پر کوئی مطالبہ نہیں ۔

اس سے معلوم ہواکہ عورت کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے اور شوہر کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ اسے باہر نکلنے سے منع کرے۔باقی اس سے کھانا، پینا یادیگر گھر کی خدمات لیناشرعاً شوہر کواختیار حاصل نہیں ہے اوراس کی بیوی کی شرعاً یہ ذمہ داری بھی نہیں ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایاہے کہ اگر کوئی عورت والدین کے گھر پر روٹی سالن وغیرہ

[1]: أبو عيسى، مُحَمَّد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الجامع الصحيح سنن الترمذي، حديث نمبر: ١١٦٣، جلد٣، ص٤٦٧، تحقيق : أحمد مُحَمَّد شاكر وآخرون، الناشر : دار إحياء التراث العربي — بيروت

پکاتی تھی۔ اب وہ شوہر کے گھر پر نہیں پکاتی۔ تو اب شوہر اس سے یہ خدمت قضاءً تو نہیں لے سکتا۔ البتہ دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ عورت یہ خدمت سرانجام دینا شروع کردے یعنی اخلاقاً اس کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کھانا وغیرہ پکائے۔ تاہم اگر یہ عورت کسی ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے کہ جس میں نوکر وغیرہ سے خدمت لی جاتی تھی یعنی اس نے والدین کے گھر پر بھی کھانا نہیں پکایا تو شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے لیے تیار کھانا مہیا کرے۔ اب کھانا تیار کرنا عورت کی قضاءً ذمہ داری بنتی ہے نہ دیانۃً۔[1]

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ گھر کی خدمت اگرچہ عورت کی شرعاً ذمہ داری نہیں ہے لیکن حسن معاشرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق وہ گھر کی خدمت سرانجام دے کیونکہ خاندانی زندگی میں میاں بیوی کا تعلق پُرسکون اور موَدت ومحبت والا ہونا چاہئے۔ یہ تعلق خشک قانون سے نہیں نبھایا جاسکتا۔ لہذا اگر خوشی ورضامندی سے تقسیم کار اس طرح ہو جائے کہ خارجی کام شوہر کے ذمہ ہو اور اندرون خانہ کی ذمہ داریاں عورت سرانجام دے، اور یہی تقسیم حضور ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی محترمہ ماں کو مخاطب کرکے فرمایا:

قَالَ عَلِيٌّ لِأُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ : " اكْفِي فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ الْخِدْمَةَ خَارِجًا سِقَايَةَ الْمَاءِ وَالْحَاجَةَ , وَتَكْفِيكَ الْعَمَلَ فِيالْبَيْتِ : الْعَجْنَ وَالْخَبْزَ وَالطَّحْنَ "[2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد سے فرمایا کہ میں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو پانی بھر کر دیا کروں گا اور اس کی باہر کی خدمت کروں گا اور وہ آپ کے لیے گھر کے کام کاج کرے گی یعنی آٹا گوندھنا، روٹی پکانا وغیرہ۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ خاندانی زندگی خشک قانون سے پرسکون اور آرام دہ نہیں بن سکتی۔ بلکہ حسن معاشرت اور تعاون سے خوشگوار اور پرسکون بن سکتی ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا نے آپس میں گھریلو معاملات تقسیم کررکھے تھے یعنی باہر کے کام کاج

---

[1]: الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، العالمكيرية،جلد١،ص٥٤٨، الناشر دار الفكر، سنة النشر ١٤١١هـ - ١٩٩١م

[2]: أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن مُحَّد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: ٢٣٥هـ)، المصنف لابن ابی شيبة في الأحاديث والآثار،حديث نمبر: ٣٤٥٠٢،جلد٧،ص١٠١،،المحقق: كمال يوسف الحوت،الناشر: مكتبة الرشد — الرياض، الطبعة: الأولى، ١٤٠٩

حضرت علی رضی اللہ عنہ سرانجام دیا کرتے تھے اور اندرون خانہ کے کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا سرانجام دیتی تھیں۔

خلاصہ کلام

انسانی معاشرے کی تشکیل میں خاندانی نظام کی حیثیت اس بنیادی اینٹ کی سی ہے جس پر تمدن و معاشرے کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں، کیونکہ سوسائٹی کی بقااس کے بغیر صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ البتہ اس نظام کو پروان چڑھانے میں میاں بیوی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کا کردار بھی ایسا ہونا چاہیے جو قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہو تاکہ خاندانی نظام تعمیر و ترقی کی طرف گامزن ہو سکے۔ چنانچہ شریعت میں شوہر کی شرعی ذمہ داریاں مثلاً نان نفقہ، رہائش کا انتظام کرنا، بعض امور پر چشم پوشی کرنا یا بیوی سے مشاورت کرنا اور اس کی دلجوئی کرنا وغیرہ ہیں۔ اسی طرح شوہر کی اطاعت کرنا، اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا، اپنے گھر اور بچوں کی حفاظت کرنا، شوہر کے ناپسندیدہ لوگوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دینا وغیرہ عورت کی شرعی ذمہ داریوں میں داخل ہیں۔ اب اگر مذکورہ ذمہ داریوں کو قرآنی تعلیمات کے مطابق نبھایا جائے تو پھر ان کے ثمرات بھی ایک پر سکون اور خوشگوار گھرانے کی صورت میں معاشرے میں نظر آئیں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ ان سے غفلت برتی گئی پھر خاندانی نظام بگاڑ اور فساد کے باعث غم اور پریشانیوں کا شکار رہے گا۔ اسی طرح عصر حاضر کے درپیش گھریلو مسائل مثلاً عورت پر تشدد کا مسئلہ، عورت کی ملازمت کا مسئلہ اور عورت سے گھر کی خدمت لینا جیسے مسائل کے حل کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے، تاکہ متذکرہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل تلاش کیا جائے تب خاندانی نظام آئے روز کی لڑائیوں اور جھگڑوں سے خلاصی پاکر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

نتائج و سفارشات

خاندانی نظام معاشرے کا ایک بنیادی ادارہ ہے۔ جس کی کامیابی اور ناکامی میاں بیوی دونوں پر موقوف ہیں۔ اس نظام کی تعمیر و ترقی کے لیے میاں بیوی کے ذمہ شرعاً چند ذمہ داریاں مقرر کی گئی ہیں جنہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق نبھانے سے ایک پر سکون، آرام وراحت والا نظام وجود میں آئے گا خاندانی نظام کے اندر بگاڑ پیدا کرنے والے مسائل پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ بھی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حل ہو جائیں۔

خاندانی نظام کی تعمیر وترقی کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے رشتہ میں قدرواحترام، محبت وراحت، ہم آہنگی اور تعاون کا جذبہ ہو۔ خداشناسی اور خداترسی، علوم شرعیہ کی واقفیت، مطالعہ سیرت، اخلاقی ودینی تربیت، اسلامی اقدار وثقافت کی پیروی، مغربی تہذیب کی تردید، فرائض وذمہ داریوں سے آگہی، تعلیم نسواں وتعلیم بالغان کی سعی، باہمی رضامندی اور مشاورت، معاشی اور تمدنی وسائل کی فراہمی، صبر وتحمل، حسن سلوک اور حسن معاشرت، ایثار اور درپیش مسائل میں شرعی رہنمائی لیناوغیرہ ، مذکورہ تجاویز پر عمل پیرا ہونے سے ایک اچھا خاندان تشکیل پائے گا۔

لہذا خاندان کے باثر افراد، اہل علم ودانش اور ارباب قوت واقتدار کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ درج بالا اقدامات کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق بھرپور کوشش کریں۔

مصادر ومراجع

۱. الزبيدى ، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني ،أبو الفيض ، الملقّب بمرتضى ، الزَّبيدي، تاج العروس من جواهر القاموس، الناشر دار الهداية

۲. https://en.oxforddictionaries.com/definition/family 3-08-2018

۳. ابو عيسى ، مُحَمَّد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ۲۷۹هـ) سنن الترمذي، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، ۱۳۹۵ هـ – ۱۹۷۵ م

۴. القزوينى، مُحَمَّد بن يزيد أبو عبدالله القزويني، سنن ابن ماجه، الناشر : دار الفكر – بيروت

۵. الرازى ، مُحَمَّد بن عمر بن الحسين الرازي الشافعي المعروف بالفخر الرازي أبو عبد الله فخر الدين: تفسير الفخر الرازى . مفاتيح الغيب من القرآن الكريم، دار إحياء التراث العربى

۶. الطبرسى،الشيخ ابوالفضل بن الحسن الطبرسى،مجمع البيان فى تفسير القران ، دارالفكر لبنان

۷. السمرقندي ،أبو الليث نصر بن مُحَمَّد بن إبراهيم السمرقندي الفقيه الحنفي، بحر العلوم– تفسير السمرقندى، دار النشر : دار الفكر – بيروت، تحقيق: د.محمود مطرجي

۸. أبو عيسى،مُحَمَّد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي، الجامع الصحيح سنن الترمذي، تحقيق : أحمد مُحَمَّد شاكر وآخرون،الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت

۹. الخازن ،علاء الدين علي بن مُحَمَّد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن،تفسير الخازن المسمى لباب التأويل في معاني التنزيل، دار النشر : دار الفكر - بيروت / لبنان -۱۳۹۹ هـ /۱۹۷۹

۱۰. أبو أحمد خالد الشافعي، الإمام المباركفوري رحمه الله في تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي

١١. أبو جعفر الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، [٢٢٤- ٣١٠ هـ]، جامع البيان في تأويل القرآن، المحقق : أحمد محمد شاكر،الناشر : مؤسسة الرسالة،الطبعة : الأولى ، ١٤٢٠ هـ - ٢٠٠٠ م

١٢. البخاري ، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله، الجامع الصحيح للبخارى ،المحقق:محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى ١٤٢٢هـ

١٣. ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، تحقيق : شعيب الأرنؤوط، الناشر : مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الثانية، ١٤١٤ – ١٩٩٣

١٤. محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: ٥١٦هـ)،شرح السنة،تحقيق: شعيب الأرنؤوط-محمد زهير الشاويش،الناشر: المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م

١٥. البغوي ،محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: ٥١٦هـ)، شرح السنة، تحقيق: شعيب الأرنؤوط-محمد زهير الشاويش،الناشر: المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م

١٦. البرهان فوري ،علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : ٩٧٥هـ)،كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، المحقق : بكري حياني - صفوة السقا،الناشر : مؤسسة الرسالة،الطبعة : الطبعة الخامسة ،١٤٠١هـ/١٩٨١م

١٧. Women in Islam valium.2. pg.529 by Naseem Ahmed, Publisher, New Delhi: A.P.H. Pub. Corp. 2011

١٨. السِّجِسْتاني ، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، سنن أبي داود، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، الناشر: دار الرسالة العالمية، الطبعة: الأولى، ١٤٣٠ هـ - ٢٠٠٩ م

١٩. النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ)، السنن الكبرى للنسائى، حققه وخرج أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبي، قدم له: عبد الله بن عبد المحسن التركي،الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م

٢٠. شفيع ، مفتى محمد شفيع، معارف القرآن، مكتبه معارف القرآن كراچى ، طبع جديد، ١٤٢٩-٢٠٠٨ء

٢١. ابن عابدين ، علامه محمد امين الشهير بابن عابدين ،حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة. الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.بيروت، سنة النشر ١٤٢١هـ - ٢٠٠٠م.

٢٢. الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية في مذهب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، العالمكيرية، الناشر دار الفكر، سنة النشر ١٤١١هـ - ١٩٩١م

٢٣. أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: ٢٣٥هـ)، المصنف لابن ابى شيبة في الأحاديث والآثار، المحقق: كمال يوسف الحوت،الناشر: مكتبة الرشد – الرياض، الطبعة: الأولى، ١٤٠٩